تاریخِ ولادت باسعادت

محمد کرم شاہ الازہریؒ

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محسنِ انسانیت ﷺ کا یوم میلاد دوشنبہ کا دن تھا۔ اس پر بھی علماء امت کا تقریباً اتفاق ہے کہ ربیع الاول کا بابرکت مہینہ تھا۔ ماہِ رمضان اور ماہِ محرم کے اقوال کو اہلِ تحقیق نے درخوراعتنا ہی نہیں سمجھا۔ البتہ ماہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی جب مہتاب رشد وہدایت نے جلوہ بار ہوکر ظلمت کدہ عالم کو منور فرمایا اس بارے میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں۔ ہم یہاں علماء محققین کی آراء ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے وہ بآسانی صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں گے۔

۱۔ امام ابن جریر طبری، جو فقید المثال مفسر، بالغ نظر مؤرخ بھی ہیں وہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

"ولد رسول الله ﷺ یوم الاثنین عام الفیل لاثنتی عشرة لیلة مضت من شهر ربیع الاول" (۱)

"رسول اکرم ﷺ کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی"

۲۔ علامہ ابن خلدون جو علم تاریخ اور فلسفہ تاریخ میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں بلکہ فلسفہ تاریخ کے موجد بھی ہیں وہ لکھتے ہیں:

"ولد رسول الله ﷺ عام الفیل لاثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاول لاربعین سنة من ملک کسری انو شیروان" (۲)

"رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی۔ نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا"۔

۳۔ مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ) عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار امام محمد بن اسحاق سے اپنی السیرۃ النبویۃ میں رقم طراز ہیں:

"ولد رسول اللّٰہ ﷺ یوم الاثنین لا ثنتی عشرۃ لیلۃ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل" (۳)

"رسول اللہ ﷺ سوموار بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے"۔

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، جو علم سیاستِ اسلامیہ کے ماہرین میں سے ہیں اور جن کی کتاب الاحکام السلطانیہ آج بھی علم سیاست کے طلبہ کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"لانہ ولد بعد خمسین یوم من الفیل و بعد موت ابیہ فی یو م الاثنین الثانی عشر من شھر ربیع الاول" (۴)

واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور ﷺ بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے"

علوم قرآن وسنت اور فن تاریخ کے یہ وہ جلیل القدر علماء ہیں جنہوں نے بارہ ربیع الاول کو یوم میلاد مصطفیٰ ﷺ تحریر کیا ہے اور دیگر اقوال کا ذکر تک نہیں کیا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک صحیح اور معتمد علیہ قول یہی ہے۔

دور حاضر کے سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم عرجون، جو جامعہ ازہر مصر کے کلیۃ اصول الدین کے عمید رہے ہیں۔ اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں تحریر فرماتے ہیں

"وقد صح من طرق کثیرۃ ان محمد ﷺ ولد یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ مضت من شھر ربیع الاول عام الفیل فی زمن کسریٰ انوشیروان و یقول اصحاب التوفیقات التاریخیۃ ان ذلک یوافق الیوم المکمل للعشرین من شھر اغسطس ۵۷۰م بعد میلاد المسیح علیہ السلام". (۵)

کثیر التعداد ذرائع سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بروز دوشنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کسریٰ نوشیرواں کے عہد حکومت میں تولد ہوئے۔ اور ان علماء کے نزدیک جو مختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں انہوں نے عیسوی تاریخ میں ۲۰ اگست ۵۷۰ء بیان کی ہے''۔

ان کے علاوہ علامہ محمد رضا جو قاہرہ یونیورسٹی کی لائبریری کے امین تھے انہوں نے اپنی کتاب محمد رسول اللہ میں لکھا ہے:

''ولد النبی ﷺ فی فجر یوم الاثنین الاثنتی عشرة لیلة مضت من ربیع الاول عشرین اغسطس ۵۷۰ م و اهل مکة یزورون موضع مولده فی هذالوقت''. (٦)

''حضور نبی کریم ﷺ سوموار کے دن فجر کے وقت ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بمطابق بیس اگست ۵۷۰ عیسوی پیدا ہوئے اہل مکہ سرکار دو عالم ﷺ کے مقام ولادت کی زیارت کے لیے اسی تاریخ کو جایا کرتے تھے''۔

اب ہم چند دوسرے حوالے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

علامہ ابن جوزی، میلاد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیہ والثنا کی تاریخ کے بارے میں اپنی تحقیق یوں قلم بند فرماتے ہیں:

''ولد صلی الله علیه وسلم یو م الاثنین لعشر خلون من ربیع الاول عام الفیل و قیل للیلتین خلتا منه قال ابن اسحاق ولد رسو ل الله صلی الله علیه وسلم یوم الاثنین عام الفیل لاثنتی عشرة لیلة مضت من شهر ربیع الاول''. (۷)

''حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت بروز سوموار دس ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔ یہ بھی کہا گیا کہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ تھی اور امام ابن اسحاق فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ روز دوشنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی''۔

امام الحافظ ابو الفتح محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن یحی بن سید الناس الشافعی الاندلسی اپنی

سیرت کی کتاب ''عیون الاثر'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''**ولد سیدنا و نبینا محمد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ مضت من شھر ربیع الاول عام الفیل قیل بعد الفیل بخمسین یوما**''(۸)

''ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ سوموار کے روز بارہ ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ بعض نے کہا ہے کہ واقعہ فیل کے پچاس روز بعد حضور ﷺ کی ولادت ہوئی''۔

اس کے بعد انہوں نے ربیع الاول کی دو اور آٹھ تاریخ کے قول نقل کیے ہیں۔

علامہ ابن کثیر جو علوم تفسیر۔ حدیث اور تاریخ میں اپنی نظیر آپ تھے وہ ''السیرۃ النبویۃ'' میں اس موضوع پر یوں داد تحقیق دیتے ہیں۔

''**ولد صلوات اللہ علیہ و سلامہ یوم الاثنین بما رواہ مسلم فی صحیحہ من حدیث غیلان بن جریر عن ابی قتادۃ ان اعرابیا قال یا رسول اللہ ما تقول فی صوم یوم الاثنین فقال ذاک یوم ولدت فیہ و انزل علی فیہ**''

''حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سوموار کے روز ہوئی۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں غیلان بن جریر کے واسطہ سے ابی قتادہ سے روایت کیا کہ ایک اعرابی نے عرض کی یا رسول اللہ سوموار کے روزے کے بارے میں حضور کیا فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی۔ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر وحی نازل ہوئی''۔

اس کے بعد علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے آپ فرمایا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ کی ولادت بھی سوموار کے دن، بعثت بھی سوموار کے دن، مکہ سے ہجرت بھی سوموار کے دن، مدینہ طیبہ میں تشریف آوری بھی سوموار کے دن اور دار فانی سے انتقال بھی سوموار کے دن اور جس روز حضور ﷺ نے حجر اسود اٹھا کر دیوار کعبہ میں رکھا تھا وہ بھی سوموار کا دن تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ جنہوں نے تاریخ ولادت بروز جمعہ سترہ ربیع الاول بتائی ہے وہ بالکل غلط اور بعید از حق ہے۔

"ثم الجمهور علی ان ذلک کان فی شهر ربیع الاول "

"کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی"۔

بعض نے اس ماہ کی دو تاریخ ،بعض نے آٹھ تاریخ اور بعض نے دس تاریخ بتائی ہے آٹھ تاریخ کا قول ابن حزم سے منقول ہے اور الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ بعض نے اس ماہ کی بارہ تاریخ کو متعین کیا ہے ابن اسحاق نے یہی قول لکھا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں یہی تاریخ روایت کی ہے:۔

"رواہ ابن ابی شیبه فی مصنفه عن عفان عن سعید بن میناء عن جابر و ابن عباس انهما قال ولد رسو ل الله صلی الله علیه وسلم عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الاول و فیه بعث و فیه عرج به الی السماء و فیه هاجر و فیه مات و هذا هو المشهور عند الجمهور و الله اعلم بالصواب"(۹)

"حضرت جابر اور ابن عباسؓ دونوں سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ عام الفیل روز دوشنبہ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور اسی روز حضور کی بعثت ہوئی۔ اسی روز معراج ہوا اور اسی روز ہجرت کی اور جمہور اہل اسلام کے نزدیک یہی تاریخ بارہ ربیع الاول مشہور ہے"۔ واللہ اعلم بالصواب

اس کے پہلے راوی ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں ان کے بارے میں ابوزرعہ رازی متوفی ۲۶۴ھ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ محدث ابن حبان فرماتے ہیں ابوبکر عظیم حافظ حدیث تھے۔ دوسرے راوی عفان ہیں ان کے بارے میں محدثین کی رائے ہے کہ عفان ایک بلند پایہ امام ثقہ صاحب ضبط و اتقان ہیں تیسرے راوی سعید بن میناء ہیں ان کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ یہ صحیح الاسناد روایت دو جلیل القدر صحابہ حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔

مرفوع روایت کی موجودگی میں کسی مؤرخ یا ماہر فلکیات کا یہ کہنا کہ بارہ ربیع الاول تاریخ

ولادت نہیں۔ ہرگز قابل تسلیم نہیں۔

مولانا سید عبدالقدوس ہاشمیؒ عالم دین ہونے کے علاوہ فن تقویم میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے انہوں نے اس فن پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "تقویم تاریخی" ہے ان کے نزدیک بھی صحیح تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول ہے۔

اہل حدیث کے مشہور عالم نواب سید محمد صدیق حسن خان لکھتے ہیں کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر روز دوشنبہ شب دوازدہم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے ابن جوزی نے اس سے اتفاق کیا ہے۔(۱۰)

علماء دیوبند کے مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع سیرت خاتم الانبیاء میں رقمطراز ہیں:

"الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا اس کے ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کے انقلاب کی اصل غرض "آدم" اولاد آدم کا فخر، کشتی نوح کی حفاظت کا راز، ابراہیم کی دعا، موسیٰ وعیسیٰ کی پیش گوئی کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افزائے عالم ہوتے ہیں۔(۱۱)

برصغیر پاک و ہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ بارہ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا بلکہ پیر کا دن نو ربیع الاول کو بنتا ہے۔ لہٰذا نو تاریخ صحیح ہے۔ لیکن دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ ان لوگوں کو محمود پاشا کے اصلی وطن کا بھی حتمی علم نہیں۔

علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا کو مصر کا باشندہ لکھا ہے مفتی محمد شفیع صاحب انہیں مکی لکھتے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے انہیں قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان اور منجم بتایا ہے۔

مجھے بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا۔ البتہ معلوم ہوا کہ پاشا فلکی کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے نتائج الافہام کے نام سے عربی میں کیا اس کو مولوی سید محی الدین خان جج ہائی کورٹ حیدرآباد نے اردو کا جامہ پہنایا اور ۱۸۹۸ء میں نولکشور پریس نے شائع کیا لیکن اب یہ ترجمہ نہیں ملتا۔

محمود پاشا نے اگر علم فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات کی بھی ہیں، صحابہ کرام تابعین اور دیگر قدماء کی روایات کو جھٹلانے کے لیے ان پر انحصار کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات قطعی نہیں ہوتی۔

اس سلسلہ میں غور طلب امر یہ ہے کہ سن ہجری کا استعمال حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں شروع ہوا اور پہلی مرتبہ یوم الخمیس ۲۰ جمادی الاولی ۱۷ھ/ ۱۲ جولائی ۶۳۸ء کو مملکت اسلام میں اس کا نفاذ ہوا۔ اس کے بعد کا تاریخی ریکارڈ ملتا ہے لیکن اس سے پہلے کا تقویمی ریکارڈ دستیاب نہیں اور بعثت نبوی سے قبل عرب میں کوئی باقاعدہ کیلنڈر رائج نہیں تھا۔ عرب اپنی مرضی سے مہینوں میں ردوبدل کر لیا کرتے تھے اور بعض اوقات سال کے تیرہ یا چودہ مہینے بنا دیا کرتے تھے۔ ضیاء القرآن میں ہے کہ قمری سال کے بارہ مہینوں میں کبیسہ کا ایک اور مہینہ بڑھا دیا جاتا تھا ظاہر ہے کہ اعلان نبوت سے قبل نسیٔ کی جاتی رہی لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں ہوسکتا کہ کس کس سال میں نسیٔ کی گئی۔ (۱۲)

محمود پاشا سے قبل بھی کچھ لوگوں نے نجوم کے حسابات سے یوم ولادت معلوم کرنے کی کوشش کی۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں اہل زیچ کا اس قول پر اجماع ہے کہ آٹھ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص بھی علوم نجوم اور ریاضی کے ذریعہ حساب لگا کر تاریخ نکالے گا مختلف ہوگی۔ پس ہمیں قدیم سیرت نگاروں محدثین، مفسرین، تابعین اور صحابہ کرامؓ کی بات ماننا پڑے گی۔

مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہو گیا کہ حضور پاک صاحب لولاک محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثنا ۱۲ ربیع الاول عام الفیل پیر کے دن صبح کے وقت اس جہان ہست و بود میں اپنے وجود عنصری کے ساتھ تشریف لائے۔

علماء کرام کے ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد میں قارئین کی خدمت میں مصر کے نابغہ روز گار عالم جو علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے ان کا قول قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ قول فیصل ہے اور حق کے متلاشی کے لیے اس میں اطمینان اور تسکین ہے۔ امام محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرت کی کتاب خاتم النبیین میں اس مسئلہ کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

"الجمهرة العظمى من علماء الرواية على ان مولده عليه الصلوة والسلام فی ربیع الاول من عام الفیل فی لیلة الثانی عشر منه و قد وافق میلاده بالسنة الشمسیة نیسان (اغسطس) (۱۳)

"علماء روایت کی ایک عظیم کثرت اس بات پر متفق ہے کہ یوم میلاد عام الفیل، ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے"

اس کے بعد انہوں نے دوسرے اقوال بھی زکر کیے ہیں لیکن ان پر بدیں الفاظ تبصرہ فرمایا ہے

"ولولا ان هذه الرواية ليست هی المشهورة لا خذنا بها ولكن علم الرواية لا يدخل الترجيح فيه بالعقل"

"کہ جمہور علماء کے قول کے مقابلہ میں یہ روایتیں مشہور نہیں ہیں نیز علم روایت میں ترجیح کا دارومدار عقل پر نہیں ہوتا بلکہ نقل پر ہوتا ہے"۔

برصغیر ہند کے شیخ الحدیث، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "مدارج النبوۃ" میں تاریخ میلاد پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"بداں کہ جمہور اہل سیر وتواریخ برآنند کہ تولد آنحضرت ﷺ در عام الفیل بود از چہل روز یا پنجاہ و پنج روز و این قول اصح اقوال است مشہور آنست کہ در ربیع الاول بود و بعضے علماء دعوی اتفاق بریں قول نمودہ و دوازدہم ربیع الاول بود"۔

"خوب جان لو کہ جمہور اہل سیر وتواریخ کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش عام الفیل میں ہوئی اور واقعہ فیل کے چالیس روز یا پچپن روز بعد اور یہ دوسرا قول سب اقوال سے زیادہ صحیح ہے۔ مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول کا مہینہ تھا اور بارہ تاریخ تھی۔ علماء نے اس قول پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے۔ یعنی سب علماء اس پر متفق ہیں"۔ (۱۴)

اس مسرت آگین اور دل افروز اور روح پرور واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے چند نعتیہ

اشعار موزوں کیے یا خود بخود موزوں ہو گئے آپ بھی انہیں پڑھیے اور ان سے اپنی دیدہ و دل کو روشن کرنے کی کوشش کیجیے۔ آپ فرماتے ہیں

شب میلاد محمد چہ شب انور بود　　　کز در مکہ الی الشام منور گردید

''محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی رات کتنی روشن رات تھی کہ مکہ کے دروازوں سے لے کر شام تک کا سارا علاقہ جگمگانے لگا''

مکہ و شام چہ باشد کہ از شرق تا غرب　　　ہمہ را گشت محیط و ہمہ جا در گردید

''مکہ اور شام نہیں بلکہ مشرق سے مغرب تک حضور کا نور ہر جگہ پھیل گیا''

ہمہ آفاق ز انوار منور گشتہ　　　ہمہ اکناف ز اخلاق معطر گردید

''اس جہاں کے سارے کنارے انوار رسالت سے منور ہو گئے اور حضور کے اخلاق سے کائنات کا گوشہ گوشہ مہک اٹھا''۔

عاقبت بر فلک عز و علا جا دارد　　　ہر کہ از صدق و یقین خاک بریں در گردید

''انجام کار اس شخص کو عزت و بلندی کے آسمان پر جگہ ملتی ہے جو شخص صدق یقین کے ساتھ اس در کی خاک بن جاتا ہے''

ہرگز از ہیچ سمومے نپزیرد خشکی　　　ہر گیاہے کہ ز ابر کرمش تر گردید

''کوئی بادِ سموم اس گھاس کو خشک نہیں کر سکتی جس کو اس کے ابر کرم نے تر کیا ہو''

للہ الحمد کہ از دنیا و دین حقی زا　　　ہمہ از دولت آں شاہ میسر گردید

''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دنیا و دین کی ہر نعمت اس بادشاہ کے دولت خانہ سے حقی (آپ کا تخلص) کو نصیب ہو گئی''۔

(ماخوذ از ''ضیاء النبی'' جلد دوم)

☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ تاریخ طبری، ۱۲۵/۲

۲۔ تاریخ ابن خلدون، ۱۰/۲۷

۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ۱۷۱/۱

۴۔ اعلام النبوۃ، ص۱۹۲

۵۔ محمد رسول اللہ، ۱۰۲/۱

۶۔ محمد رسول اللہ، ۱۹/۲۰

۷۔ ابن جوزی، الوفاء، ص۹۰

۸۔ عیون الاثر، ۲۶/۲

۹۔ ابن ہشام، السیرۃ، ۱۹۹/۱

۱۰۔ الشمامۃ العنبر یہ مولد خیر البریہ، ص۷

۱۱۔ سیرت خاتم الانبیاء، ص۱۸

۱۲۔ ابوزہرہ، خاتم النبیین، ۱۱۵/۱

۱۳۔ مدارج النبوۃ، ۱۵/۲

۱۴۔ ایضاً، ۱۸/۲

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا ست
آ ہستہ کہ رہ بر دم تیغ است قدم را

سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نعت امت مسلمہ کا ایک ایسا امتیاز ہے جس میں دنیا کی کوئی قوم اس کی شریک نہیں۔ ہر زمان اور ہر زبان میں نعتیہ شاعری کے گہر پارے امت کی کلاہِ افتخار میں چمکتے موتیوں کی طرح سجے رہے ہیں۔ اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی (متوفی ۲۷ فروری، ۱۹۸۹ء) ایک کہنہ مشق اور بزرگ سخن ور تھے۔ انہوں نے اپنی عمر عزیز میں ادب و تنقید پر کم و بیش پچیس (۲۵) کتابیں تصنیف / تالیف کیں جن کی اشاعت کا سلسلہ ۱۹۲۵ء میں اردو مرکز لاہور سے شروع ہو کر ان کی وفات تک جاری رہا۔ مختلف رسائل و اخبارات میں ان کے مضامین نصف صدی سے زیادہ عرصے تک شائع ہوتے رہے۔ ان کی شاعری کو حکیم الامت علامہ اقبال کی سند اور مولانا ظفر علی خان ایسے اساتذہ کی داد حاصل رہی، ان کا پہلا شعری مجموعہ ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔ آخری عمر میں نعتوں کا ایک مجموعہ شائع ہوا اور ایک نعتیہ مجموعے کا مسودہ وقت وفات ان کے کاغذات میں غیر مطبوعہ موجود تھا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صبح و شام کی دعاؤں کے منظوم تراجم بھی کیے جو "منظوم دعائیں" کے نام سے مقبول ہوئے۔

نظیر صاحب مرحوم نے زندگی کے آخری دنوں میں زندگی کے نئے مسافروں کے لیے حضور نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ کے واقعات کو نہایت سادہ اور بیانیہ انداز میں نظم کیا تھا، چونکہ احقر کے ساتھ خصوصی شفقت کا معاملہ تھا اس لیے از رہ کرم یہ غیر مطبوعہ نظم انہوں نے مجھے عنایت کر دی تھی میں نے اسے برسوں حرزِ جاں بنا کر رکھا۔ خیال تھا کہ مناسب ناشر مل جانے پر اسے ایک کتابچے کی صورت میں شائع کر دیا جائے گا۔ محترمہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ نے "الاضواء" کے سیرت نمبر کے لیے کسی نعتیہ تخلیق کا مطالبہ کیا تو مجھے اس نادر نظم کا خیال آیا سو اب یہ نظم خواندگان کرام کی نذر ہے۔

ڈاکٹر زاہد منیر عامر

(شعبہ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور)

سب سے بڑا انسان

اصغر حسنین خاں نظیر لودھیانوی

جو اک شہر مکہ ہے ملک عرب میں
جہاں لوگ برتر ہیں نام و نسب میں

وہاں ایک پیدا ہوا نیک بچہ
تھی ماں آمنہ باپ عبداللہ اس کا

یہ تھا پیٹ ہی میں ابھی اپنی ماں کے
ہوا باپ رخصت ریاض جہاں سے

یتیمی ہوئی روزِ اول سے ساتھی
غنیمت تھی اس کے لیے گود ماں کی

محمد اور احمد رکھا نام ان کا
الٰہی درود و سلام ان پہ صدہا

عرب کے رئیسوں میں تھی یہ روایت
بناتے توجہ سے بچے کی صحت

انہیں بھیج دیتے تھے دیہات میں وہ
پلیں تاکہ فطرت کے باغات میں وہ

انہیں دائیاں لا کے گاؤں میں برسوں
کیا کرتی یوں پرورش جیسے ماں ہوں

کبھی دودھ اپنا پلاتی تھیں ان کو
کبھی میٹھی لوری سناتی تھی ان کو

ملے دائیوں کو کئی ماہ سیما
محمد کو پا کر ہوئی خوش حلیمہ

لگی پرورش کرنے گاؤں میں ان کی
جہاں صاف ستھری کشادہ فضا تھی

حلیمہ کی تھی اک جواں سال لڑکی
چراگہ میں جو بکریاں تھی چراتی

محمد بھی دینے لگے ساتھ اس کا
بٹانے لگے کام میں ہاتھ اس کا

کوئی بکری گر بھاگ جاتی تھی ڈر کے
تو یہ گھیر کر اس کو ریوڑ میں لاتے

یہ ریوڑ کے پیچھے کبھی بھاگتے تھے
یہی کھیل تھے اور یہی مشغلے تھے

پسندیدہ عادات اخلاق اچھا
یونہی وقت گاؤں میں اپنا گذارا

قدم پانچویں سال میں جوں ہی رکھا
تو واپس انہیں لے کے آئی حلیمہ

ہوئے ماں کی شفقت سے وہ بہرہ ور پھر — کھلے انس و اخلاص کے ان پہ در پھر
تھی چھ سال کی عمر ماں مرگئی جب — یتیمی میں اور اک یتیمی ہوئی اب
ہٹا ان کے سر پر سے جب ماں کا سایا — تو کرنے لگے پرورش ان کے دادا
میسر ہوئی دو برس ہی یہ راحت — ہوئے دارِفانی سے دادا بھی رخصت

یہ سایہ بھی جب اٹھ گیا ان کے سر سے
چچا سر پرستی لگے ان کی کرنے

چچا جان کے گھر تھیں کچھ بکریاں بھی — چرانے لگے ان کو یہ بن کے راعی
بہت نیک دل اور خوش خلق تھے یہ — رہے کرتے نفرت سدا جھوٹ سے یہ
بڑوں کا ادب اور چھوٹوں سے الفت — رہی چھٹپنے میں یہی ان کی عادت
کبھی ہم سِنوں سے یہ لڑتے نہیں تھے — کبھی دوسروں سے جھگڑتے نہیں تھے
سدا پیاری باتیں سدا قول سچے — کسی ڈر سے رکتے نہ سچ بولنے سے
ضعیفوں، مریضوں کو دیتے مدد یہ — کبھی دل میں رکھتے کسی سے نہ کد یہ
کیا کرتے ہر بات یہ مسکرا کر — نہ محنت مشقت سے گھبراتے دم بھر
جو وعدہ کیا تو کیا اس کو پورا — پھریں قول سے اپنے ممکن نہیں تھا

بہت ان سے اخلاص ہر شخص کو تھا
صفت ان کی کرتا تھا جو ان سے ملتا

تجارت

چچا ان کے مشہور تُجّار بھی تھے — ہوئی رغبت ان کو بھی سوداگری سے

جواں جب ہوئے یہ بفضلِ تعالیٰ　　تجارت کے میدان میں گام رکھا
تجارت کو درکار سرمایہ بھی ہے　　یہاں فقر تھا اور ناپید ہر شے
میسر نہیں تھا انہیں مال و دولت　　شراکت سے کرنے لگے یہ تجارت
لگے کام ایمانداری سے کرنے　　لگے لوگ منڈی میں دم ان کا بھرنے
دیانت فزوں تھی منافع تھا کمتر　　تجارت تھی گویا عبادت سراسر
بہت نام آور تھے اخلاق میں یہ　　صداقت میں تھے فردِ آفاق یہ یہ

ہوئے ان سے خوش اتنے اہلِ وطن اب
امین اور صادق تھے کہتے انہیں اب

تھے جتنے قریش ان کے اہل قبیلہ　　عمل عیش ان کا ہنر طیش ان کا
عرب میں تھی یہ قوم سرکش نہایت　　بہت تھی اسے جنگ جوئی سے رغبت
شرابی جواری بتوں کے فدائی　　عمل ان کے خونریزی جنگ آزمائی
وہ تھے ایسے سفاک جیسے درندہ　　کہ خود بیٹیاں گاڑ دیتے تھے زندہ

محمدؐ کو نفرت ان اعمال سے تھی
غرض تھی تو اصلاحِ احوال سے تھی

انہیں لطف ملتا تھا یادِ خدا میں　　عبادت کیا کرتے غارِ حرا میں
وہ تھے غار میں ایک دن جلوہ آرا　　تو انسان کی صورت میں آیا فرشتہ
ادب سے فرشتے نے دی یہ بشارت　　عطا آپ کو کی ہے حق نے رسالت

کہ دیں آپ لوگوں کو پیغام حق کا
بتائیں انہیں دین برحق کا رستہ

تبلیغِ دین

ہوئی دیں کی تبلیغ کی ابتدا یوں
ہوا فرض پیغمبری کا ادا یوں

کیا قوم کو جمع اور یہ بتایا
کہ اللہ ہے ایک اور بے مثل و یکتا

مبرا ہے شرکت سے ذاتِ الٰہی
مہ و مہر دیتے ہیں اس کی گواہی

احد ہے شریک اس کا کوئی نہیں ہے
وہی خالق اور مالک عالمین ہے

یہ ساغر یہ مینا یہ مستی عبث ہے
یہ تثلیث یہ بت پرستی عبث ہے

قیامت کے دن کا بھی مالک وہی ہے
وہی ایک باقی ہے فانی ہے ہر شے

یہ بت بے تواں ہیں، قوی کبریا ہے
ہیں فانی یہ بت غیر فانی خدا ہے

یہ سن کر وہ ان کو ستانے لگے سب
مذاق ان کا مل کر اڑانے لگے سب

نماز ان کو پڑھنے نہ دیتے تھے کافر
تھے ہر وقت تکلیف دینے کو حاضر

بچھا دیتے کانٹے کبھی راہ میں وہ
مخل تھے کبھی ذکر اللہ میں وہ

کبھی کہتے لوگوں سے دیوانہ ہیں یہ
خرد اور فراست سے بیگانہ ہیں یہ

فسوں گر ہیں یہ ان کی باتیں نہ سننا
چھڑا دیں گے تم سے ابھی دینِ آبا

چچا سے شکایت

چچا سے کہا جا کے پھر مفسدوں نے
کہ تیرے بھتیجے کو کد ہے بتوں سے

جو اصنام اقوام کے دیوتا ہیں
انہیں یہ برا کہہ رہے بر ملا ہیں

امیں اور صادق جو کہتے رہے ہیں
وہ سب لوگ ان کے عدو بن گئے ہیں

محبت سے رافت سے یا جور ہی سے
منع کیجیے ان کو ہر طور ہی سے

نہ مانیں تو ان کی مدد چھوڑ دیں
درست ان کو تا مل کے ہم سب کر

چچا نے سن کر انہیں کی نصیحت — کہ بیٹا نہ دو قوم کو تم اذیت
چچا کی نہ کوشش ہوئی بار آور — کہا یہ انہوں نے کریں آپ باور
یہ ہاتھوں پہ رکھ دیں اگر مہر و مہ بھی — نہ چھوڑوں گا میں راہ صدق و صفا کی
چلوں گا بدستور اسی راہ پر میں — رکھوں گا یقیں یوں ہی اللہ پر میں

دبے دھمکیوں سے نہ تکلیف سے یہ
پسیجے نہ تحریص و تعریف سے یہ

بائیکاٹ

بہم مل کے سب نے کیا مشورہ تب — کریں قطع ان سے ہر اک رابطہ اب
نہ رکھے ملاپ ان کے کنبے سے کوئی — کریں ان پر ہر طرح جور و تعدّی
ہر اک شخص نے میل جول ان سے چھوڑا — محبت اور الفت کے رشتوں کو توڑا

ہوا بائیکاٹ ان کا ہر سمت سے جب
تو گھاٹی میں جا کر بسے ہاشمی سب

بنی شعب بوان اب مرکز دین — کہ ہیں جاگزیں اس میں مردانِ حق بیں
کوئی شے نہ جب کھانے پینے کی پاتے — تو پیش آتے شام و سحر ان کو فاقے
گذارا کیا پتوں اور گھاس ہی پر — ہٹے اپنے مسلک سے لیکن نہ دم بھر
تڑپتے تھے فاقوں سے جب ان کے بچے — تو خوش ہو کے اہلِ جفا ناچتے تھے
کوئی لین دین ان سے کرتا نہیں تھا — کوئی اس طرف سے گذرتا نہیں تھا
وہاں جب کوئی پاس ان کے نہ آتا — سماں خوف و دہشت کا ہر سمت چھاتا

یونہی تین سال ان کے گھاٹی میں گزرے
رہے پر اسی طور محکم ارادے

طائف کا سفر

نبیؐ بہرِ تبلیغ طائف جب پہنچے　　سنی بات کوئی نہ ان کی کسی نے
شریروں نے بوچھاڑ کی پتھروں کی　　پیغمبر ہوئے جن کی ضربوں سے زخمی
مگر آپ نے پھر بھی ہمت نہ ہاری　　رکھا کام اپنا بدستور جاری
بہت ان پہ اہل ستم نے جفا کی　　ہوئی بارور پر نہ تدبیر کوئی
وہ جب تھک گئے کر کے ناکام کوشش
تو کی پھر انہیں قتل کرنے کی سازش

ہجرت

بہت دور مکے سے ہے ایک قریہ　　کہا کرتے یثرب جسے اہل دنیا
اسی شہر کو کہتے ہیں اب مدینہ　　جو ہے دانش و معرفت کا سفینہ
وطن تھا یہی آپ کی والدہ کا　　یہاں ہو چکا تھا نئے دیں کا چرچا
ادھر قتل کے مشورے ہو رہے تھے　　تو یثرب سے کچھ لوگ مکے میں پہنچے
ملے آپ سے اور وہ ایمان لائے　　نبیؐ نے انہیں کچھ طریقے بتائے
طریقے جنہیں دینِ اسلام کہیے　　بشر کے لیے رب کا پیغام کہیے
یہ اصحابؓ تعداد میں تھے پچھتر (۷۵)　　ہوئی جن کو ایماں کی نعمت میسر
وہ سمجھے یہاں غم سے زخمی ہیں سینے　　نہیں دیتے کافر مسلمان کو جینے
ان اصحابؓ نے دی ادب سے یہ دعوت　　کہ یثرب میں تشریف لے آئیں حضرت
پیغمبر نے منظور کی یہ گزارش　　یہ ایمان والوں کی تھی آزمائش
وہ تیرہ برس دے کے تعلیم دین کی　　اٹھے ایک رات اور یثرب کی راہ لی

دیا چھوڑ مکہ، مدینہ بسایا
اس اقدام نے نام ہجرت کا پایا

سن اس وقت ان کا ترپن برس تھا
ہے ہجرت ہی آغاز اسلامی سن کا
مہاجر وہ کہلایا کی جس نے ہجرت
وہ انصار ہیں کی جنھوں نے اعانت
بنا شہر یثرب مدینہ نبی کا
یہاں آ کے ٹھہرا سفینہ نبی کا
بسا پھول کا رنگ و بو خار و خس میں
مسخر کیا کل عرب دس برس میں

بہت جلد پائی فرائض سے فرصت
تریسٹھ برس عمر تھی وقت رحلت

آخری نبیؐ

محمد خدا کے نبی آخری ہیں
خبر دی تھی پہلوں نے جس کی وہی ہیں
نہ بعد ان کے آئے گا کوئی نبی اب
نوید ان کے آنے کی دیتے رہے سب
بہت رحم دل تھے بہت نیک سیرت
کرم ان کی عادت لقب ان کا رحمت
جہاں میں ہیں رحم و کرم کے نشان یہ
سدا اس سبب سے رہے کامراں یہ

شفقت

گئے باہر اک دن نبی عید پڑھنے
حسین و حسن بھی تھے ہمراہ ان کے
نظر آئے رہ میں انہیں چند بچے
کھڑے دوڑتے کودتے، کھیلتے تھے
مگر ایک بچہ الگ سب سے بیٹھا
اداسی کی تصویر غربت کا پتلا
کیا پیار حضرت نے اور اس سے پوچھا
کہ رنجیدہ کیوں عید کے دن ہو بیٹا
وہ بولا کہ والد مرا مر چکا ہے
میری ماں نے عقد اور سے کر لیا ہے

نہیں اب کوئی جو مجھے دیکھے بھالے
مجھے اب خدا کے سوا کون پالے

نبی نے کہا یہ ہے منظور مجھ کو — محمد تیرا باپ ماں عائشہ ہو
بہن فاطمہ تیری اور تو ہو بھائی — ہو تجھ سے جہاں میں ہمیشہ بھلائی
نبی لے کے ساتھ اس کو گھر اپنے آئے — عزیز اپنے سب پاس اپنے بلائے
کہا عائشہ سے کہ خواہش پسر کی — بہت تھی تمہیں، سو ہوئی آج پوری
ہے بیٹا تمہارا یہ معصوم لڑکا — اسے کوئی پہناؤ اچھا سا جوڑا
جو کپڑے تھے اچھے حسینؓ و حسنؓ کے — وہ پہنائے لڑکے کو محبوبِ حق نے
لیا ساتھ انہیں اور گئے عید پڑھنے — مثال ایسی دنیا میں دیکھی کسی نے؟

اسے ماں کی الفت دی والد کی شفقت
بہن کی محبت بھی اور گھر کی راحت

آٹھ درھم کی برکت

تھے اک روز بازار میں شاہِ اکرم — لیے اپنے رومال میں آٹھ درھم
درم ان دنوں میں تھا رومہ کا سکہ — یہ سکہ تھا ملکِ عرب میں بھی چلتا
وہاں ایک عورت کھڑی رو رہی تھی — توجہ کسی نے نہ اس کی طرف کی
تو کیوں رو رہی ہے یہ پوچھا نبی نے — کہا آئی تھی میں کوئی چیز لینے
میں باندی ہوں بھیجا تھا مالک نے مجھ کو — مگر مجھ سے گم ہو گئے ہیں درم دو
دیئے دو درم اس کو شاہِ امم نے — روانہ ہوئے چھ درم لے کے آگے
قمیص اک پھر دو درم میں خریدی — رہے جیب میں اب درم چار باقی
چلے آگے تو اک مسلمان دیکھا — وہ بوڑھا تھا اور تھا بدن اس کا ننگا

وہ کہتا تھا جو مجھ کو پہنائے کپڑا
خدا اس کو پہنائے جنت میں حلہ

قمیص اس کو حضرت نے پہنا دی اپنی
اور اپنے لیے اک دوبارہ خریدی

ملی واپسی پر وہیں پھر وہ عورت
کھڑی روئے جاتی تھی پگلوں کی صورت

ہوئی بات کیا اب یہ پوچھا نبی نے
تو بولی کہ ڈرتی ہوں مالک سے اپنے

ہوئی دیر مجھ کو بہت گھر سے نکلے
مجھے اس خطا کی سزا سخت دینگے

نبی نے کہا جاؤ گھر کچھ نہ ہوگا
چلی وہ تو خود بھی چلے ساتھ مولا

نظر آئے اتنے میں انصار کے گھر
جہاں عورتیں جمع تھیں گھر سے باہر

نبی نے کہا بیبیو تم پہ رحمت
ہوئی اس وفادار باندی سے غفلت

سزا ہوگی تاخیر کی، ڈر تھا اس کو
معافی میرے واسطے اس کو دے دو

وہ بولیں یہ ہے آپ کو ساتھ لائی
غلامی سے ہم نے اسے دی رہائی

وہاں سے یہ کہتے ہوئے لوٹے حضرت
تھی ان آٹھ درموں میں بھی کتنی برکت

جو اک ڈرنے والے نے امن اس سے پایا
تو ان سے دو اشخاص نے جسم ڈھانپا

ہوئی ان کی برکت سے اور اک بھلائی
خلاصی غلامی سے باندی نے پائی

رحمت ہی رحمت

نہ کی زندگی میں کسی سے برائی
عدو کی بھی چاہی ہمیشہ بھلائی

لیا اپنا بدلہ نہ ہرگز کسی سے
وہ ہر وقت ہر شخص پر مہربان تھے

کبھی جانور پر بھی کرتے نہ سختی
ہر اک پر ہمیشہ کرم کی نظر تھی

وہ اک روز باہر کہیں جا رہے تھے
ہوئے کچھ صحابیؓ بھی ہمراہ ان کے

یونہی اک صحابیؓ کو رہ چلتے چلتے
نظر آئے اک گھونسلے میں دو انڈے

لیا ایک انڈا اٹھا بڑھ کے اس نے   بہت پہنچی تکلیف چڑیا کو اس سے
اڑی تلملاتی ہوئی وہ سروں پر   وہیں رکھ دو انڈا یہ بولے پیغمبر
صحابیؓ نے انڈا وہیں رکھ دیا جب
تو چڑیا کا دکھ درد جاتا رہا سب

حکایت

سنائی نبی نے انہیں اک حکایت   کہ دوزخ میں آئی نظر ایک عورت
جو پوچھا کہ کیا جرم اس نے کیا ہے   ملی اس قدر سخت جس کی سزا ہے
بتایا گیا کہ بلی کو اس نے   کئی دن رکھا باندھ کر رسیوں سے
دیا اس کو ظالم نے پانی نہ کھانا
ہوئی بھوکی پیاسی عدم کو روانہ
اگر جانور ہو تھکا اور ماندہ   سوار اس پہ ہوتے نہ رحمتؐ سراپا
چلا کرتے ساتھ اس کے وہ خود بھی پیدل   مگر جانور کو نہ دکھ دیتے اک پل
یہ حکم ان کا ہے اہلِ ایمان کو از بر   مویشی کو کھانے کو دو پیٹ بھر کر
کبھی بوجھ اس پر زیادہ نہ لادو
کرو رحم سب پر نہ دکھ دو کسی کو
نہ رحمت فقط جانداروں ہی پر تھی   تھیں بے جان پر بھی نگاہیں کرم کی
دعا مانگتے تھے جو بارش کی خاطر   تو یوں عرض کرتے تھے اے ذاتِ طاہر
پلا پانی بندوں کو چوپاؤں کو تو   پلا بستیوں اور صحراؤں کو تو
کرم اپنا پھیلا، ملا ماء وطیں کو   تو دے زندگی اپنی مردہ زمیں کو
ہمارے نبی وہ جہاں بھر کے ہادی   دعا کرتے دیوار و در کے لیے بھی

عرب والوں پر ہی نہیں ان کی شفقت ہے سارے جہاں کے لیے ان کی رحمت
ہر ایک ملک سے ہر برس حج کی خاطر مسلمان مکے میں ہوتے ہیں حاضر

یہاں کے لیے ہے وہاں کے لیے ہے
یہ اسلام دونوں جہاں کے لیے ہے

اپنے اندر ''امت کا غم'' پیدا کرنے کی فکر کیجیے

اللہ اللہ! کس قدر شفیق و مہربان تھے اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت پر کہ ماؤں کی ہزار مامتائیں بھی اس شفقت ومحبت پر قربان! اس کا کچھ اندازہ آپ ﷺ کی ان دعاؤں سے ہوتا ہے جو آپ ﷺ نے اپنے رب کے حضور اپنی امت کے حق میں فرمائیں، بحیثیت مجموعی امت کے اعمال وافعال کو دیکھیے، ان شامت اعمال کی بدولت اس پر ظالموں و جابروں کے غلبہ وتسلط اور جبر وتشدد کو دیکھیے لیکن حالات کی ابتری کے باوجود امت میں زندگی کے آثار اور حوصلوں کو بھی دیکھیے تو دل بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ امت میں زندگی کے آثار وحوصلے صدقہ وثمرہ ہیں، آقائے نامدار ﷺ کی ان دعاؤں کا جو آپ نے امت کے حق میں رب ذوالجلال سے مانگی ہیں۔

یہاں تھوڑی دیر کے لیے رک جائیے اور ذرا سچے دل سے غور کیجیے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو امت کے لیے رب کے حضور روتے، گڑگڑاتے اور آنسو بہاتے ہیں، اپنے علاوہ دوسروں کے لیے بھی اخلاص و دردمندی سے دعائیں کرنے کا عمل دل کی فراخی اور حوصلہ چاہتا ہے۔ بہر حال کس قدر درد وسوز ہے آقا ﷺ کی ان دعاؤں میں اور کس قدر فکر وتڑپ ہے رب کے حضور ان فریادوں اور التجاؤں میں!۔

ایک مثال ملاحظہ فرمائیں: حضور اکرم ﷺ ایک دعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ! میری امت کو قحط کے عذاب میں برباد نہ کیجیے گا، ایسا نہ ہو کہ ایسا قحط پڑے کہ لوگ بھوکوں مر جائیں، اللہ نے فرمایا: کہ میرے حبیب ﷺ! میں نے آپؐ کی دعا قبول کی اور آپؐ کی امت کبھی بھی قحط کے عذاب میں برباد نہیں ہوگی۔ دوسری دعا فرمائی کہ: اے اللہ میری امت کی گردن پر غیروں کی تلوار مسلط نہ کیجیے گا۔ اللہ نے فرمایا: اے رسول ﷺ آپ کی یہ دعا بھی قبول کی مگر ایک شرط کے ساتھ۔ جب تک آپؐ کی

امت خود اپنی تلوار اپنے بھائی کی گردن پر نہیں اٹھائے گی، تب تک آپ ؐ کی امت پر غیروں کی تلوار مسلط نہیں ہوگی۔

مذکورہ بالا ان مقدس الفاظ کو ایک بار پھر پڑھ لیجیے۔ لرزا دینے والی اس عبارت کو پڑھ لینے کے بعد ذرا امت کے حال پر نگاہ ڈالیے اور ٹھنڈے دل سے غور کیجیے کہ ایک اللہ اور ایک رسول خاتم المرسلین ﷺ کے نام لیوا آپس میں کس قدر اور کس حد تک دست و گریبان ہیں۔ شفیق و مہربان رسول ﷺ نے تو پہلے ہی خبردار اور متنبہ کر دیا تھا کہ تم لوگ ہمارے بعد کفر و گمراہی میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن مارنے لگے۔

''لا ترجعوا بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض'' (بخاری)

افسوس کہ یہ امت اپنے کریم آقا ﷺ کے اس حکم کا پاس و لحاظ نہ کر سکی، مثالوں کے لیے زیادہ دور نہ جائیے تھوڑی دیر کے لیے ماضی قریب میں عراق و ایران کے مابین برسہا برس تک چلنے والی جنگ کو یاد کر لیجیے۔ عراق اور کویت جنگ کا نقشہ ایک بار ذہن میں تازہ کر لیجیے اور قریب زمانہ کے حالات کا جائزہ لیجیے اور اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک پاکستان میں ان دلدوز واقعات کو جگر تھام کر یاد کر لیجیے کہ مسجدوں میں حالتِ نماز میں کھڑے نمازیوں اور مذہبی پیشواؤں پر گولیاں برسانے والے بھی وہ ہیں جنہیں دعویٰ ہے کہ وہ بھی کلمہ توحید کے پڑھنے والے اور رسالت محمدیؐ کے اقرار کرنے والے ہیں۔ اس صورت میں کیا امت خود اپنی تلوار اپنے بھائی کی گردن پر نہیں اٹھا رہی تو پھر بھلا غیروں کی تلوار مسلمانوں پر اٹھے تو اس کا شکوہ کیسا!!۔

''تم لوگ ہمارے بعد کفر و گمراہی میں مبتلا نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو''

اس فرمان رسالتؐ کی خلاف ورزی امت نے لفظی اعتبار سے بھی کر دکھائی اور باہم قتل و خون سے گریز نہ کیا۔ لیکن معنوی اعتبار سے بھی فرمانِ رسالت ﷺ کی اس طرح مخالفت کی کہ بات بات پر ہم نے ایک دوسرے پر کافر و فاسق اور ضال و مضل کے فتاویٰ داغے۔ یہ عمل بھی ایک دوسرے کی گردن مارنے کے مترادف ہے۔ ایک مبارک جماعت تو حضرات صحابہ کرامؓ کی تھی جو اللہ کے بندوں کو دائرہ اسلام

میں داخل کرنے کے لیے ہر ممکنہ قربانی پیش کر رہی تھی اور ایک ہم ہیں کہ اس کے برعکس ہمارا کام اسلام کے دائرہ سے لوگوں کو خارج کرنا رہ گیا ہے۔ گویا دعوت واصلاح کے دروازے ہی بند ہو چکے ہوں !!
ستم در ستم یہ کہ جس رسول ﷺ کی سیرت قدم قدم پر دلوں کو جوڑنے کا پیغام دیتی ہے، اسی ذکر رسول ﷺ سے ہمیں انتشار پیدا کرنے میں نہ تامل ہوتا ہے، نہ شرم آتی ہے اور نہ خدا کا خوف ہی مانع ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی سیرت ہمیں رستہ دکھا رہی ہے کہ ہم اپنے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ لیں۔ اس صورت میں یقین ہے کہ ہم میں وہ صلاحیت وقوت اور شوکت وعظمت پیدا ہوگی جو باطل کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دے گی۔ ان شاء اللہ العزیز

اسوۂ رسول کی پیروی میں امت کے غم میں گھلنا سیکھیے، کڑھنا سیکھیے، اللہ کے حضور اپنے ساتھ ساری امت اور دنیائے انسانیت کی فلاح کے لیے تنہائیوں میں آنسو بہانا سیکھیے، امت کا غم بھی بڑا عجب و بابرکت غم ہے ایسا غم جو سرور بخشتا ہے اور اس کی لذت وسرور کو اس غم کے آشنا ہی محسوس کر سکتے ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ "ہدایت"، جے پور (انڈیا)، نومبر ۲۰۰۰ء)

☆☆☆☆☆☆

من هدي النبوة

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

"لا حسد إلا في اثنتين : رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل و آناء النهار، و رجل آتاه الله مالاً فهو ينفق منه آناء الليل و آناء النهار"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

عن أبي بكرة ، رضي الله عنه ، أن رجلاً قال : يا رسول الله ! أى الناس خير؟ قال : "من طال عمره، و حسن عمله" قال : فأي الناس شر؟ قال : "من طال عمره و ساء عمله".

☆☆☆☆☆☆☆☆☆